

خطبۂ صدارت

سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی

(از)

نواب محمد ظہیر الدین خان بہادر بی۔اے امیر پائیگاہ

سب سے پہلے میں ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے آج کے مقدس یادگار اور تاریخی اجلاس کی صدارت کے لئے منتخب فرمایا۔

میں اپنے خطبہ کو حضرت ظل سبحانی کے اس پیام بلاغت نظام سے شروع کرتا ہوں جو چند روز پہلے مقامی اخبارات میں چھپ چکا اور جس کا تعلق یادگار حسینی سے ہے۔

"ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسہ کو شہید ہو کر تیرہ سو (۱۳۰۰) سال گزر چکے ہیں اور اس موقع پر جبکہ تمام مسلمان عبرت اور احترام کے ساتھ اس ذبح عظیم کی برسی کر رہے ہیں۔ میں انہیں اس کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کے متعلق یاد دلانا چاہتا ہوں"۔

تیرہ سو سال ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے وفاداروں اور جاں نثاروں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ رضائے الٰہی پر راہ حق میں قربان ہو گئے اگر وہ

ظلم وجور کا اس طرح مقابلہ نہ کرتے تو دین محمدی کو اس سے بھی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا اور ملت اسلامی کو ایک گمراہ رہنما کی تقلید پر مجبور ہونا پڑتا۔ امام مظلوم نے ہمارے سامنے فرض شناسی اور راہ حق میں ایثار و قربانی کی ایک عظیم الشان مثال قائم کردی۔"

واقعہ کربلا کی یاد تازہ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہم مسلمانوں کیلئے یہی ہے کہ حضرت سید الشہداء کے اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنائیں۔ کیونکہ وہ ہم کو یہ سبق سکھا رہے ہیں کہ صدق و حق کی راہ میں ہم ہمیشہ ثابت قدم رہیں۔"

حضرات ضرورت ہے کہ اعلیٰحضرت بندگان اقدس کے اس پیام کا ہم بغور مطالعہ کریں اور شہادت حسینی سے عبرت و احترام، فرض شناسی اور راہ حق میں ایثار و قربانی کا سبق لیں۔

میں چند باتیں ابتدائے اسلام کی آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں تاکہ شہادت حسینی کے مرتبہ کو سمجھنے کے لئے ضروری پس منظر تیار ہو جائے۔

حضرت سرور دو عالم کے بعد نصف صدی کا عرصہ مشکل گزرا تھا کہ اسلامی حکومت ایسا لوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی جس کے ساتھ ہی گمراہی ظلم و زیادتی۔ ہوس پرستی اور عیش و عشرت کا دور شروع ہوا بانئ اسلام نے طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرکے جس الٰہی تعلیم کو رائج کیا تھا اُسے بالائے طاق رکھدیا گیا۔ مذہبی احکام کی کھلی خلاف ورزیاں شروع ہوگئیں۔ شریعت کو ٹھکرادیا گیا۔ دشراب نوشی

اور حیا سوزی کا بازار گرم ہو گیا۔ حاکم وقت یزید جو ایک بدکار حکمراں تھا چاہتا تھا کہ تمام مسلمان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اور اسے اپنا رہنما مان لیں۔

پیغمبر خدا کے چہیتے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی بیعت کرنے کو کہا گیا تو آپ نے یزید جیسے بداطوار کی بیعت سے انکار فرما دیا اور کہا کہ ظالموں اور بدکاروں کو مسلمان اپنا پیشوا نہیں بنا سکتا۔ اس پر یزید اور اس کی ساری شیطانی قوتیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے درپئے ہو گئیں۔ جنھوں نے نہایت مقدس فضا میں پرورش پائی تھی۔ آپ کی سیرت اور کردار کی تعمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ پھر آپ کس طرح ایک بدکار کو مسلمانوں کا رہنما تسلیم کر سکتے تھے۔ آپ نے جب اس عمارت کو تباہ ہوتے دیکھا جس کی تعمیر میں آپ کے نانا اور آپ کے گھرانے کا نہایت نمایاں حصہ تھا تو آپ سے رہا نہ گیا۔ آپ تنہا تھے مجبور تھے کوئی دنیوی اور اجتماعی قوت نہیں رکھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے اسلام کو یزیدی خطرہ سے بچانے کی ٹھان لی۔ یزید آپ کی روحانی قوت سے خائف تھا۔ اس لئے اس نے بہتری کوشش کی کہ کسی طرح اس کا کام بن جائے اور آپ بیعت کریں۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی قوت ارادی غیر متزلزل رہی۔ جب یہ صورت پیش آئی تو یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی حکومت کے لئے ایک مستقل خطرہ قرار دیا اور تہیہ کر لیا کہ یا تو آپ سے بیعت لیجائے گی یا آپ کو شہید کر دیا جائے گا آپ کو ہر قسم کا لالچ دیا گیا اور ہر طرح کا دباؤ ڈالا گیا۔ لیکن نبیؐ کے اس نواسہ کے قدم صراط مستقیم پر برابر

جمے رہے اور آپ کو بیعت سے انکار ہی رہا جب تک حضرت مکہ اور مدینہ میں رہے آپ پر کسی قسم کی دست درازی کی جرأت نہ ہوئی۔ اس لئے کہ مکہ اور مدینہ والے آپ کی عظمت سے واقف تھے انہوں نے آغوش نبوی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا بچپن دیکھا تھا اور جانتے تھے کہ بانی اسلام کے دل میں آپ کی کس درجہ محبت تھی۔ یزید منتظر تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کسی طرح مکہ اور مدینہ سے نکلکر کسی اور مقام کا سفر اختیار کریں تاکہ ان اسلامی مرکزوں سے دور آپ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسی دوران میں عراق والوں نے یزید کی حکومت سے تنگ آکر آپ سے مدد چاہی۔ عراقیوں کی دعوت کو قبول کرنے میں جو خطرات لاحق تھے ان کا آپ کو پوری طرح علم تھا۔ اس کے باوجود آپ نے نانا کی اُمت کی مدد کو اپنا فرض سمجھا اور خدا کا نام لیکر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ یزید نے موقع پاکر کثیر فوجیں بھیجیں۔ جنہوں نے کاروان حسینی کا راستہ نہر فرات کے کنارے روک لیا۔ اس وقت بھی حسین چاہتے تو یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی جان بچا سکتے تھے لیکن اگر ایسا ہوتا تو اسلامی تعلیمات اور شریعت محمدیؐ کو بڑا نقصان پہنچتا۔ جس کو حضرت امام حسین علیہ السلام ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے چنانچہ آپ نے اس نازک موقع پر بھی بیعت سے انکار کیا۔ ایک ہادیانہ جہاد کا عزم مصمم کر لیا۔ اس یقین کامل کے ساتھ کہ حق کے لئے لڑنا خود کامیابی ہے۔ چاہے اس کا نتیجہ خیر کی شکل میں ظاہر ہو یا کربلا کے روپ میں۔ اور نہایت اٹل ارادے کے ساتھ اپنے بلند نصب العین پر قائم رہے۔ خیر و شر کی یہ تاریخی جنگ میدان کربلا میں آج سے ٹھیک تیرہ سو سال پہلے لڑی گئی۔ اس جنگ میں صبر و استقلال

جرأت و شجاعت اور خوبیٔ سیرت و کردار کے ایسے درخشندہ کارنامے شہدائے کربلا نے پیش کئے کہ تاریخ اسلام کے صفحات جگمگا اُٹھے۔ یہ جنگ عجب قسم کی تھی۔ ایک طرف تھکے ماندے بھوکے پیاسے چند غریب الوطن تھے۔ جن میں بوڑھے بھی تھے بچے بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ دوسری طرف یزید کے لشکر کا انبوہ کثیر تھا۔ ظاہری فتح کے سارے اسباب اور حربے یزیدیوں کے پاس موجود تھے جن کو انہوں نے جی کھول کر استعمال کیا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے حضرت کے رفقا، و انصار اور عزیز و اقربا، غرض تمام مجاہدین حق نے جام شہادت نوش فرمایا اور بالآخر خود حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر نیزے پر چڑھایا گیا۔ یزیدی فتح یاب ہوئے ان کی ظالمانہ حرکتوں سے اسلام کا نور کچھ عرصہ تک ظلمتوں کی اوٹ میں چھپا رہا۔ لیکن باطل کے بادل بہت جلد چھٹ گئے جس کے بعد اسلام کا آفتاب پھر اپنی پوری آب و تاب سے ضیا پاش ہوا اور اس شان کے ساتھ کہ ظلمتوں کی سیاہی اس کے نور کے راستے میں پھر کبھی حائل نہ ہو سکی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بلند مقصد کو نہایت بلندی سے حاصل کیا۔ شہادتِ حسینی نے انسان کی فطری عظمت کے عقدے کھول دیئے۔ آپ کی شہادت نے شریعت کو آبِ حیات پلا دیا۔ اور زندگی کے ابدی راز کو دنیا پر فاش کر دیا۔

موجودہ زمانے میں انسان نے بڑی ترقی کر لی ہے فطرت کی متعدد قوتوں کو انسان نے بڑی حد تک مسخر کر لیا ہے۔ ایجادات و اختراعات کی بدولت ہر قسم کی جسمانی اور تمدنی آسائشیں

اسے حاصل ہوگئی ہیں لیکن یہ ساری ترقی صرف مادّی ہے۔ مادّیت میں گم ہو کر ہم نے اپنی رُوح اور باطن کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے یہ ہی وہ بنیادی غلطی ہے جس کا اب مغرب کے ممتاز اہلِ فکر بھی اعتراف کرنے لگے ہیں۔ موجودہ دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ اب انسان کو اپنی رُوح اور باطن کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے کیونکہ جب تک ایسا نہ ہوگا ہر قسم کی انفرادی اور اجتماعی، اخلاقی و رُوحانی ابتری پھیلتی رہیگی اور باطل کی خبیث قوتیں ہٹلر اور مسولینی جیسے تنگ خیال اور انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے گمراہوں کے رُوپ میں پُرامن دنیا پر مُسلط ہوتی رہینگی۔ بڑی بڑی توپیں مشین گن، بم، تارپیڈو، آبدوز اور بارُودی سُرنگیں ایجاد کر کے انسان نے انسان کی جان لینے کے فن کو تو معراج کمال پر پہنچا دیا ہے لیکن جان دینا نہیں سیکھا۔ حالانکہ یہ ہی انسانیت کا جوہر ہے موجودہ دنیا میں ہمدردی، سرفروشی اور ایثار کے جذبہ کو اُبھارنے کے لئے تاریخ سے بڑی مدد ملسکتی ہے۔ ایثار اور قربانی کی مثالیں اکثر قوموں کی تاریخ میں پائی جاتی ہیں اور جن قوموں کی تاریخ میں ایسی مثالیں نہیں ہیں۔ کم ہیں یا ادھوری قسم کی یا نامکمل ہیں ان کے اہلِ قلم اور بعض صورتوں میں مورخین نے بھی بڑی بڑی خیالی داستانیں تصنیف کی ہیں جن کے رجال ایک مثالی حیثیت رکھتے ہیں ایسی داستانیں نظم میں بھی ہیں اور نثر میں بھی۔ جن میں خیر و شر کی جنگ کے نقشے کھینچے گئے ہیں اور اس ڈھنگ سے کھینچے گئے ہیں کہ پڑھنے والے واقعات سے عبرت کا درس لیں اور کردار کو آراستہ کریں۔

جہاں تک دنیائے اسلام کا تعلق ہے ہمیں اس قسم کی تخلیقی کاوشوں یا تاریخ تراشیوں کی

زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ خود حضرت ختم المرسلینؐ کے نواسے نے حق پر اڑنے صداقت کے لئے لڑنے اور بلند اور وسیع مقاصد کے حصول میں جان و مال کو قربان کرنے کا سبق دیا ہے کربلا کے واقعۂ فاجعہ کا غور سے مطالعہ کیجئے اور حضرت سید الشہداؑ کے کردار کی جانچ کیجئے تو آپ کو با عظمت انسانیت کے سارے لوازم یکجا نظر آئیں گے۔ آج کی یادگار اجتماع کا مقصد یہی ہے کہ ہم اپنی اس تاریخی دولت یعنے فتح عظیم سے درس لینا سیکھیں۔

میں اس سلسلے میں حیدرآباد کے محرم کے بارے میں چند باتیں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں حیدرآباد قطب شاہیوں کے زمانہ سے شہدائے کربلا کی یادگار ہر سال مناتا رہا ہے چنانچہ تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عزاداری کے لئے عاشورخانے سب سے پہلے سنہ ۱۰۰۱ ہجری میں یعنی آج سے تین سو ساٹھ سال پہلے منائے گئے اور علم مبارک استادہ کئے گئے۔ بادشاہی عاشورخانہ حیدرآباد کا سب سے قدیم عاشورخانہ ہے جو محمد قلی قطب شاہ کے دور میں تعمیر ہوا تھا اور جس میں آصف جاہی دور میں حضرت نواب میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے اور موجودہ دور میں اعلیحضرت بندگانعالی نے ضروری ترمیم کروائی۔ بی بی کا علم۔ نعل مبارک حسینی علم۔ دارالشفاء اور پنجہ شاہ وغیرہ کے عاشورخانے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کے ہیں۔ آصف جاہی دور کے محرم کا حال تو اکثر مورخوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس لئے اس کی وضاحت میرے لئے غیر ضروری ہے۔

مُبارک دورِ عثمانی میں ہر جہتی اصلاح کی جو مہم حضرت سُلطان العلوم شہریارِ دکن وبرار خلداللہ ملکہٗ وسلطنتہ نے اس مملکت ابد مدت میں جاری فرمائی اس کے تحت ماہ محرم الحرام میں ہر قسم کی نمود و نمایش، رنگ رلیوں، لہو ولعب اور سوانگ کی ممانعت ہوگئی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بے مثال ایثار و قربانی اور شہادت کی یاد شایانِ شان پیمانے پر، تازہ کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کی گئیں۔

اب میں اپنے اس خطبہ کو اعلیحضرت ولی نعمت شہریار دکن وبرار اور خانوادۂ آصفیہ کی ترقیٔ عمر و اقبال کی دُعا پر ختم کرتا ہوں۔